بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنے جذبات کا صحیح استعمال کیجئے!

...................: مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

اپنے جذبات کا صحیح استعمال کیجئے!

☆..........................:مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، اما بعد:

محسن انسانیت، فخر دو جہاں، سید الکونین، محبوب رب العالمین، سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کی جناب والاشان میں کسی بھی طرح کی گستاخی ایک ادنی امتی ،اور ایک ضعیف مسلمان کو بھی نہ کبھی گوارا ہوئی ہے، نہ گوارا ہوسکتی ہے، حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی کا مرتبہ تو وہ ہے کہ مدح وثنا کے بے شمار الفاظ کیساتھ خود رب دو جہاں اپنے مبارک کلام ''قرآن پاک'' میں آپکی طرح طرح سے تعریف وتوصیف فرمارہے ہیں، ایسی ذات والا صفات کیساتھ اسلام کا کلمہ پڑھنے والے کسی شخص کی عقیدت ومحبت، شیفتگی ودل بستگی کا جو حال ہونا چاہئے اسکا تھوڑا سا اندازہ آج کل منعقد ہونے والے ان احتجاجی جلسوں اور جلوسوں سے لگایا جاسکتا ہے، جنکی گونج اسمبلیوں اور پارلیمنٹ سے نکل کر اقوام متحدہ کے دفتر تک سنائی دے رہی ہے، ان سارے اجتماعات کا انعقاد ہی آپکے نام نامی اور ذات گرامی سے اپنے والہانہ تعلق اور دلی جذبات کے اظہار ہی کیلئے ہو رہا ہے۔

ان جذبات کا ایک تقاضا تو یہی ہوا کہ ہم نے ''ناموس رسالت کی حفاظت'' کے عنوان سے علاقائی طور پر کوئی جلسہ اور اجتماع کرلیا، اور اپنی تعداد اور شوکت کے ذریعہ گستاخان رسول ﷺ کو دور ہی دور سے للکارنے اور مرعوب کرنے کی اپنی جیسی کوشش اور حتی المقدور سعی مشکور کرلی، اللہ تعالی اسکو بامقصد بنا کر مفید اور مثمر بنادیں۔

مگر ظاہر ہے کہ ہمارے موجودہ مسائل، مشکلات اور پریشانیوں کا یہ کوئی مستقل حل نہیں ہے، اسلام کا پیغام تو دائمی اور ابدی راحت وآرام پہنچانے کیلئے آیا ہے، وقتی اور عارضی آپریشن یہ نہ تو اسلام کے شایان شان ہے، نہ اسلامی تعلیمات میں اسکی کوئی اصل اور حقیقت ہے۔

اسی لئے صحیح اسلامی تعلیمات پر گہرائی سے نظر رکھنے والوں، اور موجودہ عالمی حالات کا (اخباری کے بجائے) تجزیاتی مطالعہ رکھنے والوں کا ان جیسے مسائل میں سوچ کا انداز اور فکر کا زاویہ کچھ اور ہوتا ہے، اس زاویۂ فکر کا رخ سمجھنے کیلئے سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی مکی زندگی پر نظر کرنی پڑیگی، جہاں مسلمانوں کو کفار کے خلاف کسی اقدام کی اجازت نہیں تھی، بلکہ صرف اور صرف اپنے اعمال اور کردار پر توجہ کا حکم تھا، اخلاق وتھذیب کی درستگی کا امر تھا، اور بطور خاص ہر ہر مسلمان کے اندر سے وطنی، لسانی اور علاقائی عصبیت ختم کر کے خالص اسلامی غیرت وحمیت پیدا کرنے

پر زور، اور اسلامی اتحاد و جمعیت بنانے پر محنت تھی، ایک اللہ، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کلمہ اور ایک قانون کی طرف دعوت تھی، اور اخلاق و اعمال پر اس بنیادی محنت کا تیرہ سال کے قلیل عرصے میں جو نتیجہ سامنے آیا وہ مادیت کے نشے میں چور لوگوں کیلئے آج تک ایک معمہ اور حیرت کی ایک چیز بنا ہوا ہے۔

موجودہ احتجاجی تدبیروں، جلسوں اور نعروں کا ۱۸۵۷ء سے پہلے کی اسلامی تاریخ میں نام ونشان بھی نہیں ملتا، اور اسکے بعد سے ان چیزوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے تو جیسے جیسے ''مسلم قوم'' بحیثیت مسلمان کے انحطاط اور زوال کی طرف بڑھتی جارہی ہے، ویسے ہی ویسے ان جلسوں اور جلوسوں میں مسلمانوں کی بھیڑ اور تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، وجہ اسکی یہی ہے کہ یہ ہمارا سارا جوش وخروش، غیرت وحمیت صرف اور صرف وقتی اور عبوری ہوتا ہے، دوررس نتائج کو پیش نظر رکھ کر منصوبہ بند طریقہ سے نہیں ہوتا۔

حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ ''ڈنمارک'' کے سمندر سے بدتمیزی کا جو طوفان اٹھا ہے، حرمت رسالت کی جو سنامی لہریں چلی ہیں وہ کوئی اچانک اور اتفاقیہ پیش آجانے والا انفرادی واقعہ نہیں تھا، بلکہ یہودیوں کی لعنت زدہ قوم کی شیطانی ذہنیت کے ذریعہ تقریباً دو صدیوں سے چل رہی مسلسل سازشوں، اور پیہم منصوبوں کا ایک جزئی نمونہ تھا، انسانی تاریخ کی سرکش ترین قوم ''یہودیوں'' کے جو جرائم دنیا کی مستند ترین آسمانی کتاب ''قرآن پاک'' میں گنوائے گئے ہیں، انمیں انسانوں کے سب سے مقدس طبقہ ''حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام'' کی بے حرمتی، انکے حقوق کی پامالی، انکے احکام سے سرتابی، حتی کہ انکے قتل تک کا اقدام نمایاں طور پر شامل ہے۔

جس قوم کی تاریخ اسکے ان گھناؤنے جرائم کو بتائے بغیر پوری ہی نہ ہوتی ہو، اور جس ملت کے اکابر اور اگلوں نے اپنے ان ''کارناموں'' سے انسانیت کو شرمسار، اور اخلاق وتہذیب کو رسوا کر رکھا ہو، اور پیچھے آنے والوں کیلئے اپنا ذلیل اور گندا نمونۂ عمل چھوڑ رکھا ہو، اس قوم کے اصاغر اور پچھلوں سے اسکے علاوہ اور امید بھی کیا کی جاسکتی ہے؟

یہودی سازشیں اور ہماری سادگی

میں یہاں یہودی منصوبہ بندیوں اور سازشوں کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ آپ حضرات پر واضح ہو جائے کہ ہماری کوئی وقتی تدبیر ہماری مشکلات کا مستقل حل نہیں ہے، بلکہ اسکی لئے مضبوط و مستحکم بنیادوں پر امت کی شیرازہ بندی، اور نئی تعمیر وتشکیل کی ضرورت ہے، کیونکہ اسوقت ہمارا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ دشمن ہوشیار اور عیار رہے، اور ہم غافل اور سادہ لوح ہیں، وہ ہمکو اپنا دشمن سمجھ رہا ہے، اور ہم اسکو اپنا دوست اور نجات دہندہ سمجھ رہے ہیں، اللہ تعالی ہی ہمیں ہدایت اور بیداری نصیب فرمائیں۔

میدانی جنگوں میں ذلت آمیز پسپائی کے بعد مغربی دنیا نے (جس سے مراد یہودی ہیں، کیونکہ عیسائی تو اب محض انکے آلۂ کار اور غلام بے دام ہیں) اسلام کا مقابلہ پس پردہ سازشوں اور زیر زمین کاروائیوں کے ذریعہ زیادہ بہتر اور

مناسب سمجھا، اور کہنا چاہئے کہ اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے یہ جنگ بندوق، توپ اور ایٹم بم کے ذریعہ لڑی جانے والی جنگ سے کہیں زیادہ خطرناک اور مہلک ثابت ہوئی، مغرب اور اسلام کی اس جنگ میں سب سے پہلے ''تعلیم'' کے تیزاب میں مسلمانوں کی خودی کو ڈال کر پگھلایا گیا، اور اسکے بعد رہی سہی کسر ''میڈیا'' کے ذریعہ پوری کردی گئی، جو مکمل طور پر یہودیوں کے قبضہ میں ہے. (دیکھئے ''مغربی میڈیا اور اسکے اثرات'' از: نذر الحفیظ ندوی)

۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر بازل میں یہودی دانشوروں کی کانفرنس ہوئی تھی، جس نے انیس ابواب پر مشتمل دستاویزات تیار کی تھیں، جسمیں بطور خاص ''میڈیا'' اور ''تعلیم'' کو نئے عالمی نظام حکومت (گلوبلائزیشن) کیلئے عالمی پیمانہ پر ذہنی تطہیر کا بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا تھا. (مغربی میڈیا: ص ۴۵)

انیسویں صدی کے اواخر سے ''تعلیم'' اور ''ادب جدید'' کے ہتھکنڈوں کا جسطرح سے استعمال کیا گیا، اور (مغربی نقطۂ نظر سے) اسکے جو مثبت نتیجے سامنے آئے چشم بصیرت رکھنے والے، اور دیدۂ بینا سے دیکھنے والے ہر شخص کو کھلی آنکھوں اسکا مشاہدہ ہے، مسلمان جدید تعلیم یافتہ حضرات اپنے اور اپنے پیش رؤوں کی جدت پسند روش کی جن الفاظ سے بھی وکالت کریں، اور جسطرح بھی انکی اور اپنی اس غلط روی کا دفاع کریں، لیکن بات وہی ہوئی جو حکیم زمانہ، لسان العصر حضرت اکبرالہ آبادی مرحوم فرما گئے ہیں۔

دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

یہودی مفکروں کے یہاں دوسری اہم چیز ''میڈیا'' اور ''پریس'' قرار پائے تھے، اخبار، پھر ریڈیو، ٹی وی، اور اب انٹرنیٹ یہ سارے کے سارے ذرائع ابلاغ روز اول سے آجتک مکمل طور پر یہودیوں کے قبضہ میں ہیں، ان عالمی ذرائع ابلاغ کا اولاً تو مقصد ہی خبروں کی نشر واشاعت سے بڑھکر تخریب دین واخلاق رہا ہے، اور ویسے جو خبریں انکے ذریعہ نشر کی بھی جاتی ہیں، باخبر حضرات جانتے ہیں کہ وہ نوے فیصد یہودی پالیسی اور مفاد کے تحت تیار کی ہوئی ہوتی ہیں، کوئی خبر خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو، یا اہم ہو، اسکی نوعیت کچھ بھی ہو یہودی مصالح کے خلاف شائع ہی نہیں ہوسکتی، ماضی قریب میں امریکہ کی عراق وافغانستان پر تھوپی ہوئی جنگیں آلات جنگ وحرب سے کہیں زیادہ ''پروپیگنڈوں'' اور ''میڈیا'' کے سفید جھوٹوں پر مبنی حملوں سے لڑی اور جیتی گئیں۔

گذشتہ صدی کے اوائل سے اب تک جو بھی ڈرامے، فلمیں، سیریل، تصویریں، ویڈیو گیم، کارٹون اور جدید میڈیا کے ذریعہ جو دوسرے پروگرام نشر کئے جارہے ہیں، انمیں تخریب اخلاق، تحریک شہوانیت، فحاشی وعریانیت، اور دیگر ننگ انسانیت افعال واعمال کے ساتھ ساتھ مرکزی نقطہ کے طور پر اسلام اور مسلمانوں کی کردارکشی، انکی علمی اور عملی شبیہ کو مسخ کرنا، انکی اخلاقی وتہذیبی حالت کو گھٹیا کرکے دکھانا، انکی وضع قطع کا تمسخر اور استہزاء کرنا، انکے اسلاف اور بزرگوں کے تقدس کو پامال کرنا، انکے کارناموں کو داغدار بنانا، شجاعت وجوانمردی کے واقعات کو لٹیروں اور رہزنوں کے تصور میں پیش

کرنا وغیرہ شامل رہا ہے، بالفاظ دیگر یہودیوں نے ذرائع ابلاغ کا سہارا لیکر تمام دنیا کی نظروں میں اپنی خصوصیات (ذلت وخواری، بدطینتی، حرص ولالچ، قساوت قلبی، شرپسندی، انسانیت دشمنی، فریب ودھوکہ دہی وغیرہ) کو بدلنے، اپنے کو مظلوم ثابت کرنے، اور اپنے تمام قومی امتیازات کو مسلمانوں خصوصاً عربوں کے سر منڈھنے کی بھرپور کوشش کی۔

''مہدی سوڈانی'' ''پردار بلی'' ''نیل کے جواہر'' ''عہد وپیان'' ''محاصرہ'' اور ''یرغمالیوں کی پرواز'' وغیرہ مختلف فلموں اور ڈراموں کے کردار ''عرب'' اور ''مسلمان'' ہیں، ان سب کا قدرے مشترک جہاں ایک طرف عربوں اور مسلمانوں کو بے وقوف، دولتمند اور عیاش دکھانا ہے، وہیں دوسری طرف انکو معاشرتی واخلاقی جرائم کا عادی، تشدد پسند اور ظالم وبے رحم ثابت کرنا ہے، عرب ممالک کیلئے تیار کئے جانے والے سیریل، ڈراموں اور فلموں میں شرکیہ اور کفریہ چیزیں بھی بڑی مہارت اور ذہانت کیساتھ شامل کی جاتی ہیں، اور پیشہ ورانہ کمال یہ دکھایا جاتا ہے کہ ایک جانب تو ان سب اخلاقی بیماریوں کو ''محمد عرب'' جیسے فرضی اسلامی ناموں کے ذریعہ مسلمانوں اور عربوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور دوسری جانب اس فرضی کردار کو ''قومی ہیرو'' بنا کر بچوں اور جوانوں کیلئے نمونۂ عمل بنا دیا جاتا ہے۔

بحیثیت ایک ناقد کے یہودی منصوبہ بندوں کی داد دینی چاہئے کہ وہ چودہ سو سال سے مسلسل ذلت وخواری کی زندگی گذارنے کے باوجود اپنی اس پس پردہ جنگ میں سو فیصد کامیاب رہے، اور انہوں نے ''تعلیم'' اور ''میڈیا'' کے ذریعہ جو جو نشانے مقرر کئے تھے انہیں پالینے میں پوری طرح بامراد رہے، اور ہماری شامت اعمال یہ ہے کہ انکی اس زبردست انقلابی کامیابی میں سب سے بڑا تعاون ہماری ہی قوم کے ان سادہ لوح لوگوں کا رہا جو سراپا یہودی اور مغربی آلۂ کار بن جانے، اور انکے ایمان لیوا نشانے کا شکار ہو جانے کے بعد بھی اپنے آپ کو صرف پکا مسلمان ہی نہیں، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد وخیر خواہ، اور مسیحائے قوم سمجھتے اور منواتے رہے۔

سادگی اپنوں کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

جس قوم کے نونہال آغوش مادر میں سب سے پہلے اپنے خدا، اپنے رسول، اپنی کتاب، اپنا کلمہ اور اپنا دین ومذہب سیکھتے تھے، دنیا پر حکمرانی کے طور طریقے سیکھتے تھے، اس قوم کے بڑھے بھی اب اپنے ان بنیادی عقائد سے ناواقف، دنیا میں اپنے وجود کے مقاصد سے لاعلم، اور اپنے دین ومذہب سے بالکل جاہل وبے خبر ہیں، اور اسکے بجائے پوری قوم کی دلچسپیوں کا مرکز: یا گانے بجانے والے رانڈ اور طوائف ہیں، انکے اسٹائیل اور ادائیں ہیں، یا کھیلنے کودنے والے کھلاڑی اور مداڑی ہیں، انکے ایکشن اور ریکارڈ ہیں۔

جس قوم کی گھٹی میں فوٹو اور جاندار کی تصویروں سے نفرت بٹھائی گئی تھی، شرعی اور اسلامی تعلیمات کے ذریعہ جاندار کی تصویر کو حرام قرار دیکر اسے گناہ کبیرہ بتایا گیا تھا، اس قوم کو پہلے ''صورت'' اور ''مورت'' کے لفظی فرق میں الجھایا گیا، پھر ''تصویر'' اور ''عکس'' کی فنی باریکیوں سے بہلایا گیا، اور پھر اخبار، ٹی وی، ویڈیو، وی سی آر، اور انٹرنیٹ

کے دام تزویر میں پھنسا دیا گیا، بچے سے بوڑھے تک، جاہل سے عالم تک، ہر ایک کا صبح ہوتے ہی سب سے پہلا مشغلہ: یا اخبار، یا ٹی وی، یا ریڈیو، اور حاصل کیا ہوتا ہے؟ وہی منصوبہ بند خبریں، اور اسکے نتیجے میں ذہنی تشویش اور دماغی الجھن، گویا گناہ بے لذت ۔

احساس درد ہو تو کریں درد کا علاج　　افسوس تو یہی ہے کہ احساس ہی نہیں

جب یہودی منصوبہ بندوں نے تصویر، اخبار، ٹی وی وغیرہ گناہوں کے سرچشموں کی نفرت مسلمانوں کے دلوں سے کھرچ لی، تو انہوں نے اسلامی غیرت وحمیت پر شبخون مارنے کیلئے سیریل، ڈرامے، اور فلموں کے نام پر پہلے مرحلے میں مسلمان بادشاہوں، بزرگوں اور پیشواؤں کی خیالی تصویروں اور کارٹونوں کا سلسلہ شروع کیا، جن میں حقائق وواقعات کو کتنا مسخ کیا گیا، حق وانصاف کا کس کس طرح خون کیا گیا، اور سچی اسلامی تاریخ کو کیسے کیسے میٹا گیا، اسکی داستان تو الگ ہے، لیکن ان سب چیزوں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ایک خالی الذہن مسلمان کے دل میں اپنے سلاطین اور بادشاہوں، اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کا جو اسلامی تصور، اور عظمت وتقدس کا جو سکہ بیٹھا ہوا تھا وہ ٹی وی کی اسکرین پر انکی خیالی تصویریں دیکھتے ہی یکلخت ختم ہو گیا، ابھی ہندوستان میں تو اس سلسلہ کی ابتدا ہے، ورنہ عرب ممالک کی گذشتہ ایک صدی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو واضح طور پر سمجھ میں آ جائیگا کہ ''توہین رسالت'' کا یہ موجودہ واقعہ اس طویل سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہونے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

''زہر ہلاہل'' کے پہلے گھونٹ پر جب ہم پلانے والوں کے رہین منت ہو کر انکے شکر گذار ہوئے تو دوسرے گھونٹ کی پیش کش تو ہونی ہی تھی، لہذا حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ڈرامے اور فلمیں بنی شروع ہوئیں، ہم اپنی سادہ لوحی سے یہ سمجھے کہ ابھی تک جن ''جہادوں'' اور ''حیرت انگیز کارناموں'' کو ہم محض تاریخ کے الفاظ سے سنتے اور سمجھتے چلے آئے ہیں، ان فلموں کے ذریعہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیں گے، غور کیجئے! حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وہ مقدس گروہ، سرور کائنات ﷺ کی براہ راست تربیت پائی ہوئی وہ مبارک جماعت، آپ کی پرنور صحبت اٹھایا ہوا وہ سراپا نور طبقہ، ذرا تصور کیجئے! اسکی نور ایمانی سے بھرپور پیشانی کا، اور شعلۂ ایمانی سے دمکتے ہوئے چہروں کا، صحبت نبوی سے فیضیاب اللہ والوں کے اس لشکر کا، اس بے نظیر قافلہ کا تعارف ٹی وی اور سی ڈی کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے، جنگ ''بدر'' و''احد'' کا وہ پر کیف منظر، شجاعت وجوانمردی کے وہ بے مثال کارنامے، ولولۂ ایمانی اور جذبۂ جہاد سے معمور وہ ماحول جو قرآنی آیات، حدیثی روایات، اور تاریخ کے صفحات میں ہم نے پڑھا ہے، اگر کمپیوٹر سی ڈی، اور ویڈیو کیسٹ پر انکا نظارہ کرنے بیٹھ گئے، تو یقین مانئے کہ دلوں پر تنی ہوئی تقدس وعظمت کی چادر تار تار ہو جائیگی، سوچنے کی بات ہے اگر ہماری آنکھوں میں جنون ومستی کی اس تاریخ کو دیکھنے کی تاب ہوتی تو ہم اسی زمانے میں پیدا نہ کر دئے گئے ہوتے؟!

عشق ومحبت کی اس داستان کے نظارے کی سکت ہوتی تو ہم اسکے عینی شاہد نہ بنا دئے گئے ہوتے ؟!

غیرت ایمانی سے محروم ہماری قوم نے جب صحابۂ کرام کے اوپر سازشی ذہنیت کے تیار کردہ فلم، ڈرامے، کیسٹ اور دیگر پروگراموں کو بھی نہ صرف گوارا کیا، بلکہ انہیں مرحبا اور خوش آمدید بھی کہا، تو پھر ظاہر ہے کہ اٹھنے والا اگلا قدم ذات رسالت مآب ﷺ ہی تک پہنچنا تھا، جب جنگ بدر واحد کی سی ڈی مارکیٹ میں آئی اور ہم پوری بے غیرتی اور جذبۂ ایمانی سے محرومی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے دین ومذہب کی بنیاد جن بزرگوں پر ہے، یہودیوں کے ذریعہ بنائی ہوئی انکی خیالی تصویریں انگیز کر گئے، حضرات صحابۂ کرام کے کارٹونوں پر خاموش رہ گئے تو فطرۃً اس جنگ کے ''سپہ سالار'' کو بازار میں لانے کی مانگ پیدا ہوئی، بنانے والوں سے قدرتی مطالبہ ہوا کہ اس فوج کا سردار کیسا تھا وہ بھی دکھاؤ، اس لشکر کا سالار کون تھا اسے بھی منظر عام پر لاؤ، انسانیت کی تاریخ کا یہ بے ہودہ ترین واقعہ یہودیوں اور مغربیوں کی سازشی ذہنیت سے کہیں بڑھکر ہماری اور پوری امت مسلمہ کی حد سے بڑھی ہوئی بے حسی کا منطقی نتیجہ ہے، میڈیا اور پریس کی دنیا میں جس دن پہلی مرتبہ تصویر کشی (جیسے گناہ) کا کام شروع ہوا تھا اسی دن اس پر مضبوط بند باندھنے کے بجائے، پہلے عملی طور پر پھر فکری طور پر بھی اسے قبول کر لینا ہی ہماری رسوائی کا یہ سامان لایا ہے۔

یہودی قوم مسلمانوں کی تحقیر وتذلیل اور انکے جذبات کو مجروح کرنے کیلئے اور بھی طرح طرح کے حربے استعمال کرتی ہے، پھر میڈیا کے ذریعہ انکو عام کرتی ہے، اور اسکے بعد مسلمانوں کی بے بسی اور بے چینی دیکھ کر فاتحانہ قہقہے لگاتی، اور اپنے جذبات کی تسکین کرتی ہے، مثلاً:

(۱) بیلجیم میں یہودی دوکانوں پر سامان کی پیکنگ کے کاغذ پر سورۂ مریم اور سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات طبع کرائی گئیں۔

(۲) لندن میں مشہور یہودی ڈپارٹمنٹل اسٹور مارگ اسپنسر نے مردوں اور عورتوں کے اندرونی لباس (انڈرویئر) پر کلمۂ لا الہ الا اللہ لکھا، اور لفظ اللہ کو نعوذ باللہ مخصوص جگہ پر رکھا۔

(۳) امریکہ کے مشہور جنسی رسالہ پلے بوائے اور لندن کے جنسی رسالوں میں برہنہ لڑکیوں کی تصویروں کو قرآنی آیات کے ہالے میں دکھایا گیا۔

(۴) امریکہ برطانیہ اور یوروپ کے دوسرے شہروں میں برہنہ کلبوں کی عمارت مسجد کی طرح بنا کر اس کے اوپر برقی الفاظ سے ''مکہ'' لکھا گیا۔

(۵) قبرص کے ایک یہودی کارخانہ نے اپنے جوتوں کی ایڑی پر لفظ اللہ جڑ دیا۔

(۶) امریکی ہوٹلوں میں ٹوائلٹ پیپر پر عرصہ تک علمائے دین کی تصویریں چھاپی جاتی رہیں۔ (مغربی میڈیا: ص ۱۸۲)

اوران سب اقدامات کا واحد مقصد: مسلمانوں کو ہر ہر طرح سے ذلیل ورسوا کرنا، ان کے دلوں میں اپنے مستقبل اور حال کے تئیں مایوسی اور احساس کمتری پیدا کرنا، اپنے علماء اور مذہبی راہنماؤں سے بدظنی اور بدگمانی، اور اپنے مذہب سے دوری اور بے اعتمادی پیدا کرنا۔

ان سب صورت حال کا سبب اور حل تلاش کرنے کی دعوت اگر دی جائے تو ہمارے دانشوروں کا وہی گھسا پٹا جواب اور مطالبہ ہوگا کہ تعلیم (یعنی انگریزی فنون) میں ہم پیچھے رہ گئے، اس لئے یہ سب کچھ ہورہا، اور اب سے پوری قوم کالج میں پہنچ جائے تو سب کا سب ٹھیک ہو جائے گا۔

لیکن اگر ذرا ٹھنڈے دل ودماغ سے غور وفکر کیا جائے تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ اس وقت تمدنی اعتبار سے مسلمانوں کا جو ملک جتنا ترقی یافتہ ہے وہی اسلامی، اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے سب سے زیادہ دیوالیہ ہے، عرب ممالک میں اس سلسلہ میں سرفہرست مصر کا نام لیا جاسکتا ہے، وہاں کے جو اندرونی حالات ہیں، اور امریکہ واسرائیل کی غلامی کا جو شکنجہ ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں، اور گذشتہ ڈیڑھ سو سالہ تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ جب تک خالص دینی واسلامی بنیادوں پر بچوں کی ذہنی نشو ونما نہ ہوئی ہو، قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ سے بقدر ضرورت واقفیت حاصل نہ ہوگئی ہو، ان کے لئے انگریزی نصاب ''سم قاتل'' سے کم ثابت نہیں ہوا ہے، غیر مسلمین کے زیر انتظام جو اسکول، کالجز، اور یونیورسٹیاں ہیں ان کی تو بات ہی الگ ہے، خود مسلمانوں سے منسوب جامعات اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طلبہ بھی فارغ ہوتے ہوتے اپنے بنیادی عقائد سے محروم، اپنے مقصد تخلیق سے غافل، اور اپنے دین و مذہب سے بالکل جاہل اور بے بہرے ہو چکے رہتے ہیں ۔

نظر کالج میں بس ان کی رہی علمی فوائد پر　　　گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

اور ۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

مجھے یہاں جدید تعلیم کے نقصانات اور منفی اثرات پر کوئی باقاعدہ روشنی نہیں ڈالنی ہے، ہاں یہ ضرور کہنا ہے کہ امت مسلمہ کو چودہ سو سال میں داخلی وخارجی کسی بھی طور پر اتنا نقصان کسی اور چیز سے نہیں پہنچا جتنا اس ''تعلیم جدید'' اور اس کے زہریلے نصاب، اور ایمان سوز لوازمات سے پہنچا ہے، مختصراً ایک شاعر کے ذاتی تأثر اور تجربہ کا نچوڑ ضرور سن لیجئے ۔

گھرانے کی تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی　　　کہ اس طفلی میں اک تہمت تھی مجھ پر ہوشمندی کی

مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا　　　تنازع البقاء کی آہنی زنجیر نے کھینچا

وہ مکتب آہ پہلا زینۂ تلقین بے دینی
دکھاتے ہیں جہاں آئینۂ آئین خود بینی

جہاں دیتے ہیں پہلا درس مذہب سے بغاوت کا
جہاں بوتے ہیں تخم اولیں نسلی عداوت کا

جہاں ماں باپ سے باغی کیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں جھوٹوں کا پس خوردہ دیا جاتا ہے سچوں کو

جہاں الحاد کی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے
جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے

لڑکپن کا زمانہ اور دن تھے بے شعوری کے
اسی میں ہوگئے طے مرحلے مذہب سے دوری کے

اپنی بربادیوں کی تفصیلی داستان بیان کرنے کے بعد شاہنامۂ اسلام کا مصنف حفیظؔ جالندھری کہتا ہے:

ہزاروں اور ہیں جن کا یہی انجام ہونا ہے
نئی تعلیم کی تکمیل ہی ناکام ہونا ہے

اگر ہم کو اقتصادی، معاشی اور تمدن سے متعلق دیگر ضروریات کے لئے ''انگریزی'' پڑھنی ہی ہے تو کم از کم اس کو پہلے ''اسلامی شکل'' دے لی جائے، پھر مسلمان بچوں کو پڑھایا جائے، اس کی الحادی، کفریہ اور شرکیہ چیزیں ختم کی جائیں، خالص اسلامی عقائد و دینیات سے ان کو مزین کیا جائے، پھر کسی مسلم بچے کو پڑھایا جائے، ورنہ ممکن ہی نہیں کہ اس موجودہ نصاب سے کوئی ایک بھی سچا مسلمان پیدا ہو جائے، اور بغیر کسی خارجی محرک اور عامل کے یہ نصاب کسی کو دین اور اسلام کی خدمت پر مجبور کر دے، اس نصاب کے اندر کھانے کمانے کے جتنے بھی گر سکھائے جاتے ہوں لیکن دین و مذہب سے دوری کے مرحلے اس سے کہیں زیادہ طے کرا دیئے جاتے ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ ''جدید تعلیم یافتہ'' حضرات اپنی اور اپنی اولاد اور پوری قوم کی دینی حفاظت کی خاطر آگے بڑھیں، اور حضرات علماء کرام سے مشورہ کے بعد انگریزی کا ایسا جدید نصاب تیار کریں جو دنیوی اور تمدنی ضرورتیں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ، دینی و مذہبی بیداری پیدا کرنے کی بھی بھرپور صلاحیت رکھتا ہو۔

اس وقت مغربی سازشوں کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ عوام کو علماء سے بدظن کر دیا گیا ہے ''جدید تعلیم یافتہ حضرات'' کو تعلیم کے نام پر یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ اب تم بھی ''عالم'' ہوگئے، پھر کیوں ملاؤں کے محتاج اور مدرسے والوں کے پابند رہو، حالانکہ انہی میں کا ڈاکٹر ایک تار جڑوانے کے لئے بھی انجینئر کا دستنگر رہتا ہے، اور اچھا خاصا فاضل گریجویٹ بھی قانونی باریکیوں کو سمجھنے کے لئے وکیل اور قانون داں ہی سے رجوع کرتا ہے، تو پھر ''دینی تعلیم'' باقاعدہ حاصل نہ کرنے والوں کو

اس کے اسپیشلسٹ اور ماہر حضرات سے رجوع کرنے میں عار وشرم کیوں محسوس ہوتی ہے؟ شرعی مسائل سے ناواقفیت کے باوجود اس میں دخل اندازی کو کیونکر جائز سمجھ لیا جاتا ہے؟ اسلامی قانون کی باریکیوں سے بے خبری کے باوصف کیوں نہیں اس کے ماہرین علماء پر اعتماد کرلیا جاتا ہے؟ بات دراصل وہی ہے کہ ہم اپنی جہالت اور سادہ لوحی سے غیروں کے پروپیگنڈوں کا شکار ہوگئے، اور اپنے دین ومذہب اور اس کی بنیادوں سے رشتہ توڑ بیٹھے، اللہ تعالیٰ ہی ہم کو چشم بصیرت عطا فرمائے، اور سیدھے راستے کی ہدایت نصیب فرمائے، آمین۔

ہماری تباہی کے داخلی اسباب: گذشتہ سطور میں جو کچھ عرض کیا گیا وہ ہماری تباہی اور پستی کے خارجی اسباب وعوامل سے متعلق کچھ اشارے، کچھ حقائق اور کچھ واقعات تھے، لیکن بحیثیت ایک مسلمان کے ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر ہم سچے مسلمان بن جائیں تو دنیا کی کوئی بھی طاقت، کوئی بھی تدبیر اور کوئی بھی سازش ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی، دشمن کی ہر چال الٹ جائیگی، اور ہر کوشش بے کار جائیگی، چودہ سوسالہ ہماری تاریخ اسکی گواہ بھی ہے، اور حدیث شریف میں وعدہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مسلمان بارہ ہزار کی تعداد کے بعد اپنی قلت کی بنا پر شکست نہیں کھائیں گے، کوئی داخلی اور اندرونی کمزوری ہی انکی شکست کا بہانہ بن سکتی ہے، لہذا اس عقیدے کے ہوتے ہوئے خارجی اسباب سے زیادہ ہمیں خود احتسابی کا عمل کر کے اپنی داخلی کوتاہیوں، کمیوں اور کمزوریوں کی پکڑ کرنی ہوگی، اور انکے اسباب تلاش کر کے اسکے حل کی فکر کرنی پڑیگی، اس لئے ذیل میں ''قرآن وسنت کی روشنی میں'' اپنی تباہی کے اسباب تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:

ا۔ سب سے پہلا سبب تو ہمارے فکر کا الٹ جانا اور سوچ کا بدل جانا ہے، وہ اسطرح کہ ہم نے دوسری اقوام وملل کو جن راستوں سے ترقی کرتے دیکھا انہیں راستوں کو ہم اپنی ترقی کا بھی ذریعہ سمجھنے لگے، مادیت پر یقین رکھنے والوں، اور اسباب پر نظر رکھنے والوں نے جن اسباب ووسائل کے ذریعہ (ظاہری نگاہوں میں) چاند پر کمندیں ڈالیں ہم روحانیت سے وابستہ لوگ بھی انہیں کو اپنی سربلندی کا ضامن سمجھنے لگے، حالانکہ ؎

یہ دنیا چاند پر جاتی ہے جائے ہم نشیں لیکن
ہمیں چادر سے باہر پاؤں پھیلانا نہیں آتا

ہر ایک کو پتہ ہے کہ ایک بھنگی جس وسیلے کو اختیار کر کے دولتمند اور مالدار بن جاتا ہے شہزادہ اگر اسی راستہ کو اختیار کرنا چاہے تو ذلیل وخوار ہو جائیگا۔

۲۔ دوسرا بڑا سبب عمل میں کوتاہی اور حقیقی وروحانی ترقی کے واقعی اسباب سے غفلت ہے، اللہ تعالی نے اہل اسلام سے اخروی کامیابی کیساتھ دنیوی فوز وفلاح کا بھی وعدہ فرمایا ہے، لیکن اس وعدے کو'' کامل اسلام'' اور'' خالص ایمان'' پر موقوف فرمادیا ہے، لہذا عقائد وعبادات وغیرہ اسلامی شعبوں میں سے کسی ایک شعبہ میں بھی کوتاہی ہماری ترقیات

سے مانع بننے کیلئے کافی ہے۔

۳۔تیسرا اہم سبب ہمارے وہ روحانی امراض اور بیماریاں ہیں جنکے ہوتے ہوئے اگر ہمارا کوئی اور دشمن نہ بھی ہوتا جب بھی ہماری ہلاکت وبربادی متعین تھی، نہ یہ کہ ان جان لیوا اور ایمان سوز بیماریوں کیساتھ ساتھ دیگر خارجی عوامل واسباب بھی پورے طور پر مہیا ہیں۔

قرآن وسنت میں متفرق طور پر وہ بیماریاں ذکر کی گئی ہیں، اور بتایا گیا ہے کہ انکے ہوتے ہوئے تعداد میں کثرت کے باوجود تمہاری حیثیت سمندر کے جھاگ کی طرح ہوگی، اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکالدیں گے، اور تمہارے دلوں میں بزدلی پیدا فرمادیں گے، اور اسوقت دوسری قومیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جس طرح کھانے والے ایک دوسرے کو پیالے کی طرف بلاتے ہیں، اور اس ذلت آمیز حالت کے دو اہم سبب ہونگے:

(۱) دنیا کی محبت کا غلبہ (۲) موت کا خوف۔

اور ایک جگہ ہماری تباہی اور پریشانی کے مزید پندرہ اسباب بتائے گئے ہیں:

(۱) مال غنیمت میں ناانصافی ہونے لگے۔ (۲) امانت کو مال غنیمت سمجھا جانے لگے (۳) زکوۃ کو بار محسوس کیا جانے لگے (۴) مرد بیوی کا مطیع ہوجائے (۵) اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے (۶) دوستوں سے حسن سلوک کرے (۷) اور باپ سے گستاخی کرنے لگے (۸) مسجدوں میں شور وشغب کیا جانے لگے (۹) گھٹیا قسم کے لوگ قوم کے سردار بن جائیں (۱۰) کسی کی عزت صرف اس کے شر سے بچنے کی خاطر کی جانے لگے (۱۱) شراب کھلم کھلا پی جانے لگے (۱۲) ریشم کا پہننا عام ہوجائے (۱۳) گانے والیوں کی کثرت ہوجائے (۱۴) گانے بجانے کے آلات عام ہوجائیں (۱۵) امت کے پچھلے لوگ اپنے پہلوں پر تنقید وتبصرے کرنے لگیں۔

دیگر احادیث میں یہ اسباب بھی بتائے گئے ہیں: (۱) پڑھنا پڑھانا دین کے علاوہ دوسری اغراض سے ہونے لگے (۲) ماں کی بے حرمتی کی جانے لگے (۳) کم درجہ کے لوگ بطور فخر کے بڑی بڑی عمارتیں اور بلڈنگیں بنانے لگیں (۴) زنا عام ہوجائے (۵) سود کا لین دین بڑھ جائے (۶) رشوت کا بازار گرم ہوجائے۔

اس طرح کے گناہوں کو گنانے کے بعد حدیث شریف میں ہے کہ ایسے حالات میں مصیبتیں تم پر ایسے گریں گی جیسے تسبیح کا دھاگا ٹوٹنے سے اس کے دانے تلے اوپر گرتے ہیں۔

نئی تعلیم اور جدید میڈیا سے پہنچنے والے نقصانات:

نئی تعلیم اور جدید میڈیا سے پہنچنے والے بعض نقصانات تو وہ ہیں جو حدیث شریف میں ہماری تباہی کے اسباب میں سے شمار کرائے گئے ہیں، مثلاً:

☆ زنا اور اسکی مختلف صورتوں کی کثرت (یہ جدید میڈیا ہی کی دین ہے)

☆ گانے بجانے والوں (اور والیوں) کی کثرت ☆ گانے بجانے کے آلات کی کثرت

☆ والدین کی نافرمانی، اور بیویوں (محبوباؤں) کی اطاعت (اسمیں بہت بڑا کردار تعلیم کا ہے)

☆ پڑھنا پڑھانا دین کے علاوہ دوسرے مقاصد سے ہورہا ہے ☆ امت کے پچھلے لوگ اپنے پہلوں پر تنقید وتبصرے کرنے لگے ☆ سود کی کثرت ☆ رشوت کی کثرت

اور صحیح فکر ونظر سے غور کرنے پر دوسرے اسباب کا سرچشمہ بھی یہی دونوں چیزیں محسوس ہونگی، اور مندرجہ ذیل یہ منفی اثرات بھی انہی دونوں کا نتیجہ ہیں:

☆ الحادو بے دینی کا رواج ☆ بے حیائی و بے شرمی کا عموم

☆ تہذیب وتمدن کے نام پر بے پردگی اور عریانیت ☆ تشدد پسندی اور جنسی عمل کا رجحان

☆ زیادہ تر فلموں وغیرہ میں منشیات کے استعمال، چوری، ڈکیتی، قتل وغارت گری، اور بداخلاقی کی تعلیم

☆ کھیل اور تفریح کو فن اور آرٹ کا نام دیکر مقصد زندگی بنالینا

☆ کھلاڑیوں اور مداڑیوں کی اہمیت، رانڈوں اور طوائفوں (ہیرو، ہیروئن) سے محبت، اور دینداروں سے دوری اور نفرت۔

☆ اخبار، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کیوجہ سے ٹینشن اور دماغی الجھن

☆ تصویر، اور صورت گری جیسے گناہوں سے لاپرواہی

☆ ٹی وی پر فلم، ویڈیو گیم، ریڈیو پر بے مقصد خبروں، گانوں اور کھیل کود، اور اخبار میں جاندار کی فحش اور بے محابا تصویروں کے دیکھنے میں وقت اور مال میں اسراف وفضول خرچی

☆ خود سے غفلت اور دنیا جہان کی خبروں سے دلچسپی

☆ وضع قطع، شکل صورت میں غیروں کا اتباع، اور حضور اقدس ﷺ کی مخالفت

یہ تو ہیں روحانی اور اخلاقی نقصانات، اور جسمانی عوارض بھی کچھ کم نہیں:

ایڈز، کینسر، مختلف قسم کی دماغی واعصابی کمزوریوں کیوجہ سے مرگی وغیرہ کے دورے، ضعف نظر، ٹینشن اور دماغی الجھن جیسے عوارض ہماری انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں۔

ہماری تباہی کے حل : جس جگہ سے مرض کی تشخیص ہوئی ہے وہیں سے دواؤں کی تجویز بھی ہو جبھی نفع کی زیادہ امید ہے، اس لئے کہ معالج جن اصولوں کے تحت بیماریوں کی تہہ تک پہنچا ہے ان کو وہ خود ہی زیادہ بہتر طور پر جانتا ہے، لہذا وہ انھی اصولوں کی روشنی میں نسخۂ علاج اور تجاویز بھی مرتب کرے گا، اور جب تشخیص اور تجویز میں اتحاد اور موافقت ہوگی تو نتیجہ مثبت، اثر خوشگوار، اور فائدہ جلد حاصل ہوگا، اس لیے موجودہ حالات میں قرآن وسنت ہی کی رہنمائی بھی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱) اسلام کا نام لیوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویدار ہر شخص خود اپنے اوپر، اپنے ماحول اور اپنے معاشرہ کے اوپر نظر ڈالے اور جائزہ لے کہ ان مذکورہ کمزوریوں اور بیماریوں میں سے کون سی ایسی بیماری ہے جس سے وہ محفوظ ہے، اور کون سی ایسی کمزوری ہے جو اس میں داخل ہو چکی ہے، پھر اگر واقعی اس کو اپنا مسلمان ہونا اچھا لگتا ہے، اور خود کو مسلمان کہا جانا پسند کرتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف زبانی محبت نہیں بلکہ دلی محبت بھی رکھتا ہے تو فوراً گناہوں سے توبہ کرے، ان برائیوں سے خود کو الگ کرے، اور سچی محبت کا ثبوت اپنے عمل سے فراہم کرے۔

اور یہ عقیدہ اور ایمان رکھے کہ ہماری کامیابیوں اور کامرانیوں کا راستہ یہی روحانی راستہ ہے، مادی اسباب و وسائل سے مسلمان مالدار تو ہوسکتا ہے لیکن بحیثیت مسلمان کے اور اسلام کے ایک سپاہی کے کامیاب و کامران نہیں ہوسکتا۔

۲۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں اپنے بعد تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں (۱) قرآن (۲) سنت، جبتک انکو مضبوطی سے پکڑے رہوگے راستہ بھٹکوگے نہیں، معلوم ہوا کہ اسلام کے راستہ پر جمے رہنے کیلئے بنیادی طور پر قرآن وسنت کو پکڑنا، یعنی انکے سارے احکامات کو ماننا اور ان پر مضبوطی سے عمل کرنا ضروری ہے، اور قرآن وسنت کو ماننے کا مطلب ہے: توحید، رسالت، قرآن، فرشتے، آخرت، جنت، دوزخ وغیرہ سے متعلق اپنے عقائد درست کرنا، اور انکو صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق کرنا، اور نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ عبادات کو سیکھنا، اور پوری پابندی سے انکو ادا کرنا، اور زنا، لواطت، رشوت، شراب، حرام خوری، ظلم وزیادتی، تصویر کشی، ٹی وی، وی سی آر، بے پردگی اور فحاشی وعیاشی کی دیگر لعنتوں سے پورے طور پر بچنا، اور بالکلیہ احتراز کرنا، اور جھوٹ، غیبت، چغلی، اور مسلمانوں سے وطنی، لسانی، علاقائی اور خاندانی عصبیت، وغیرہ اخلاقی بیماریوں سے نکلنا، اور انسے فکری اور عملی توبہ کرنا، صرف اور صرف اسلامی اتحاد وجمعیت بنانے پر محنت کرنا، اور اسکے لئے اسلام نے جو صورت شکل، وضع قطع، اور عقائد وعبادات میں یکسانیت کے اسباب عطاء کئے ہیں انکو پورے طور پر اختیار کرنا۔

جی ہاں! ہم اور آپ جبتک اسلام کے ان سارے ہی تقاضوں کو پورا نہیں کریں گے، اور قرآنی حکم: "اور ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ" پر عمل نہیں کریں گے، اور دوسرے دین ومذہب سے اپنا فکری رشتہ ناطہ پورے طور پر منقطع نہیں کریں گے، یہود ونصاری کی وضع قطع، طرز معاشرت، اور برہمنوں اور ہندوؤں کے تمدن اور رہن سہن کا بالکلیہ بائیکاٹ نہیں کریں گے جبتک ہم مسلمان ہونگے ہی نہیں، تو پھر مسلمانوں سے کئے گئے وعدوں کے انتظار کے کیا معنی؟ خدارا! خالص اور پکے مسلمان بنیں، اسلام کے نام پر داغ اور اسکی رسوائی کا سامان نہ بنیں۔

۳۔ اپنے اور اپنے بچوں کے دینی مستقبل کی فکر کریں، اور انکو اگر یہودیوں، انگریزوں اور اب ہندوؤں کے زہریلے نصاب کے پڑھانے ہی پر اصرار ہے تو پہلے مضبوط دینی تعلیم کے ذریعہ اسکے تریاق کی فکر کرلیں۔

۴۔ یہ ذہن میں رہے کہ اسوقت آپ جس ملک میں رہ رہے ہیں آپ اس ملک کی دوسری سب بڑی اکثریت

ہیں، اور آپ کے ملک کے کچھ تشدد پسند عناصر ملکی پیمانے پر مسلمانوں کے ملی تشخص اور امتیازات کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، لہذا آپ ہوشیار اور بیدار رہیں، کسی بھی مذہبی اور ملی معاملہ پر سمجھوتہ کا کوئی خیال بھی دل میں نہ لاویں، اپنے فکر وعمل کسی بھی چیز میں ایسی کوئی لچک نہ پیدا ہونے دیں کہ (خدانخواستہ) کسی کوترکی اور اسپین کی تاریخ یہاں بھی دہرانے کا موقعہ ملے۔

۵۔ ملک کی دوسری سب سے بڑی اکثریت ہونے کے ناطے اس ملک کی تعمیر وترقی میں نمایاں کردار ادا کرنا بھی آپکا اخلاقی فریضہ اور ملی تقاضا ہے، اسکے لئے بھی منصوبہ بند طریقہ سے لائحۂ عمل تیار کریں، اسلام کے پاس ہر زمانہ، ہر ملک، اور ہر قسم کے حالات کیلئے منظّم قوانین اور مثبت حل موجود ہیں، کسی سے ٹکرائے بغیر بھی ہر جگہ ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، تعمیر وترقی کے کسی بھی مرحلہ میں اسلام کے شخصی، عائلی، ملکی، عالمی اور مذہبی کسی بھی حکم سے انحراف، یا اسکی خلاف ورزی کی کوئی صورت نہیں پیدا ہونی چاہئے، ورنہ "خسر الدنیا و الآخرۃ" کی دھمکی موجود ہے۔

۶۔ یاد رکھیں! معاشرہ فرد سے بنتا ہے، دوسروں سے پہلے اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیں، اور انکی اصلاح کی فکر کریں، اگر ہر فرد کو اسکی توفیق ہوجائے تو معاشرہ خود بخود درست ہوجائیگا، کام ہمت سے لیں، مایوسی تو بجائے خود کفر ہے۔

۷۔ عوام علماء کرام پر اعتماد کریں، انکو اپنا رہبر اور رہنما بنائیں، اور اپنا ہر قدم انکی راہنمائی ہی میں بڑھائیں، اور حضرات علماء کرام بھی اپنا فرض منصبی پورے طور پر نبھائیں، اپنے وقار، عزت نفس، اور علم کی شان اور تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرعی احکامات کی روشنی میں امت کی رہبری فرمائیں، عوامی طریقوں، سیاسی راستوں، اور انگریزی طرز کو اپنا نمونۂ عمل نہیں، بلکہ حضور اقدس کی سنتوں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کو اپنا اسوہ بنائیں۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپکو اور سارے ہی مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے جذبات کے استعمال کی توفیق مرحمت فرماویں، اور مسلمانوں کی نئی شیرازہ بندی اور نشاۃ ثانیہ کی عافیت کیساتھ کوئی خوشگوار شکل پیدا فرمادیں، وما ذلک علی اللہ بعزیز، وما علینا إلا البلاغ المبین۔ ☆☆